سلسلہ: رسائلِ فتاوی رضویہ

جلد: ستائیسویں

رسالہ نمبر 3

نزولِ آیاتِ
فرقان بسکونِ زمین وآسمان

زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق وباطل کے درمیان
فرق کرنے والی (قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
نزول اٰیاتِ فرقان بسکونِ زمین واٰسمان

زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی (قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۳۱: از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب، ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

یاسیّدی اعلیحضرت سلمکم اللہ تعالٰی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امابعد ھٰذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسك السموات والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال۔[1] وایضا (اَوَلم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (مالکم	بعد ازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے۔ (بے شک اللہ تعالٰی روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اس میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمہیں)

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۳۶۵

من زائدۃ(زوال)عنہا الی الاخرۃ۔[2] وایضا(وان) ما(کان مکرھم)وان عظم(لتزول منہ الجبال) المعنی لایعبأ بہ ولا یضر الا انفسھم والمراد بالجبال ھنا قیل حقیقتًا وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القراء والثبات وفی قراءۃ بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففۃ والمراد عــہ تعظیم مکرھم وقیل المراد بالمکر کفرھم ویناسبہ علی الثانیۃ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا وعلی الاوّل ما قرئ وما کان[3] وسردارِ من دامت برکاتکم واین است از تفسیر حسینی (ان اللہ) بدرستیکہ خدائے تعالٰی(یمسک	من زائدہ ہے۔(ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے(اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے۔(کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنٰی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اُن کا نقصان خود انہی کو ہے۔اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتًا خود پہاڑ ہیں،اور ایک قول کے مطابق احکام شرع ہیں جن کو قرار و ثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اس قراءۃ میں "ان" مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔اور کہا گیا کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔اور قراءۃ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے۔ (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر)اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے وما کان یعنی نہیں تھا۔(ان کا مکر)اور میرے سردار آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے

عــہ:والمعنی ولان کان مکرھم من الشدۃ بحیث تزول عنہا الجبال وتنقطع عن اماکنہا[4] ۱۲کمالین۔	معنی یہ ہے کہ ان کا مکراس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔۱۲کمالین (ت)

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۴/ ۴۴ مطبع مجتبائی دہلی حصہ اول ص ۲۰۸

[3] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۴/۴۶ مطبع مجتبائی دہلی حصہ اول ص ۲۰۸

[4] کمالین علی ہامش جلالین تحت آیۃ ۱۴/۴۶ مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۲۰۸

السمٰوٰت والارض) نگاہ میدارد آسمانہا وزمین را (**ان تزولا**) برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ ممکن را در حال بقا ناچار است از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چوں یہود ونصارٰی عزیر وعیسی را بفرزندی حق سبحنہ نسبت کردند آسمان وزمین نزدیک باں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالٰی فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند[5] ایضا (**اولم تکونوا**) در جواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ (**اقسمتم من قبل**) سوگندے خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ وخوابیدہ بودید (**مالکم من زوال**) نباشد شمارا ہیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ مادر دنیا خواہیم بود و بسرائے دیگر نقل نخواہیم نمود[6] وایضًا (**وان کان مکرھم**) وبدرستیکہ بود مکر ایشاں در سختی و ہول ساختہ پرداختہ (**لتزول**) تا از جائے برود (**منہ الجبال**) زاں مکر کوہہا۔[7]	تفسیر حسینی کی عبارت (انّ اللہ) بے شک اللہ تعالٰی (**یمسك السمٰوت والارض**) محفوظ رکھتا ہے۔آسمانوں اور زمین کو (**ان تزولا**) اس واسطے کہ اپنی جگہوں سے زائل نہ ہوجائیں کیونکہ ممکن کے لیے حالت بقاء میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے، منقول ہے کہ جب یہود ونصارٰی نے حضرت عزیر اور حضرت عیسی علیہما السلام کو اللہ تعالٰی کا بیٹا قرار دیا تو آسمان و زمین پھٹنے کے قریب ہوگئے۔اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تاکہ یہ زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔اُسی میں ہے **اولم تکونوا اقسمتم من قبل**) ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہوگے اور سوئے رہوگے مالکم من زوال تمہارے لیے کوئی زوال نہیں ہوگا۔مراد یہ کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہاں میں منتقل نہیں ہونگے۔اور اسی میں ہے۔(**وان کان مکرھم**) یقینا ان کا مکر سختی وہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ (**لتزول منہ الجبال**) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے (ت)

[5] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۴۱/۳۵ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۷۰۵
[6] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۴۴/۱۴ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۴۱۹
[7] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۴۶/۱۴ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۴۱۹

اے محبوب ومحبِ فقیر ایّدکم اللہ تعالٰی فی کل حال (اللہ تعالٰی ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے۔ت) جب کافروں کے زوال کے معنٰی ان کا اس دنیا سے دارالاخرۃ میں جانا مسلم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں، اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالٰی نے اُن کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوا۔ یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا ان کا زوال ہوا۔ جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی، اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہوسکتا۔ شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہوگئی ببرکت کلام کریم

"وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ‏ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ"[8]	اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (ت)

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالٰی کے اور باعثِ خلق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لیے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنی آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالٰی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکتِ امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے، اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کردیں اور ہر چیز کو اس کے حیز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہوسکتی جیسے کہ سورج "وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ"[9] (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے۔ت) کی رُو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور

---

[8] القرآن الکریم ۶۵/ ۲و۳

[9] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸

اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ"[10] فالحمدللہ ربّ العٰلمین والشکر والمنۃ۔	اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا اور اس کا شکر اور احسان ہے۔ (ت)

غریب نواز ! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر اِن شاء اللہ تعالٰی سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا ہاں "اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ ۞"۔[11] (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ت) کے بجائے "الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا"[12] الخ (وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا۔ت) درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلوۃ والسلام علٰی شفیع یوم العرض واٰلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین، امین !	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور درود و سلام ہو روزِ قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ آمین۔ (ت)

مجاہد کبیر، مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸۸ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹۰ کے بعد سے مجھے تقریبًا چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی۔ میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے۔ ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرماگئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ غامضہ

---

[10] القرآن الکریم ۵۷/۲۱

[11] القرآن الکریم ۷۸/۶

[12] القرآن الکریم ۴۳/۱۰

کی تنقیح و تقریر سے بحمدہ تعالٰی رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔
آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کرلینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کرچکا نفس سے جہاد ہے۔ اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں۔ بارک اللہ تعالٰی وتقبل اٰمین، امید ہے کہ بعونہ تعالٰی اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے۔ کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا وللہ الحمد۔
اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں۔ "كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳ "[13] ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی، اللہ تعالٰی عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے۔

" اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱ "[14]	بے شک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی روکے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

میں یہاں اوّلاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ ان شاء اللہ تعالٰی آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہو پھر قدرے تفصیل۔
اجمال یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود و صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس آیہ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ (دیکھئے نمبر ۲)
حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ (دیکھئے آخر نمبر ۲)
ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون !

[13] القرآن الکریم ۲۱/ ۳۳
[14] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی: (ان تزولا) کراھة زوالھما عن مقرھما ومرکزھما[15] یعنی اللہ تعالٰی آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے۔کہ کہیں اپنے مقر ومرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار وآرام ہے، قرار سکون ہے منافی حرکت قاموس میں آتا ہے۔قر سکن[16] مگر انہوں نے اس پر اکتفانہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکز ھما زائد کیا مرکز جائے رکز، رکز گاڑنا، جمانا، یعنی آسمان وزمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں۔نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالٰی الذی جعل لکم الارض فراشا (اور جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ت) فرمایا:

لایتم الافتراش علیھا مالم تکن ساکنة ویکفی فی ذلك ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرته، واختیارہ ان اللہ یمسك السموات والارض ان تزولا۔[17]	زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو، اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت واختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرتکز فرمایا ہے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔(ت)

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے۔

اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنة، فالارض غیر متحرکة لا بالاستدارة ولا بالاستقامة، و سکون الارض لیس الا من اللہ تعالٰی بقدرته و اختیارہ ولھذا قال اللہ تعالٰی ان اللہ یمسك السمٰوٰت و الارض ان تزولا۔[18] اھ ملتقطا	جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے، لہٰذا زمین نہ تو حرکت متدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالٰی کی قدرت واختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔الخ التقاط (ت)

[15] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیة ۳۵/ ۴۱ مصطفی البابی مصر ۲۲/ ۸۴
[16] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹
[17] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری تحت آیة ۲/ ۲۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۹۲و۱۹۳
[18] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیة ۲/ ۲۲ المطبعة المصریة بمیدان الازہر ۲/ ۳و۱۰۲

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لیے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے۔

فلیتبوأمقعدہ من النار۔[19]	وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

یہ تو اُس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحبِ سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اسرارِ حضور کی باتیں پوچھتے، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو۔ **تمسکوا بعھد ابن مسعود۔**[20] ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھامو۔ت) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبدو کرھت لامتی ماکرہ لھا ابن ام عبد۔[21]	میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو اس کے لیے عبداللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لیے ناپسند رکھا جو اس کے لیے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود انکے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقرأوا القرآن من اربعۃ من عبداللہ ابن مسعود۔ الحدیث۔[22]	قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبداللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ

[19] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[20] جامع الترمذی باب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۱، حلیۃ الاولیاء ذکر عبداللہ بن مسعود دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۸

[21] مجمع الزوائد کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۲۹۰

[22] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۱، صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۳

علیہ وسلم ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ان تزولا کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت علی المدار، ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔ **اول**:

ماحدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔[23]	جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

دوم:

ماحدثکم حذیفۃ فصدقوہ۔[24]	جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔(ت)

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو والحمدللہ تعالٰی رب العالمین، ہمارے معنی کی تو یہ عظمتِ شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالٰی اور بہت **آیات** اور صدہا **احادیث** اور **اجماعِ اُمت** اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکونِ مطلق ثابت کریں گے **وباللہ التوفیق**۔ آپ نے جو معنی لیے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گردِ آفتاب دورہ کرتی ہے، اللہ تعالٰی اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاش للہ ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصارٰی کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لیے جائیں یا یہ، محبا مخلصا! وہ

---

[23] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمار بن یاسر امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۱، مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵ و ۴۰۲

[24] جامع الترمذی ابواب المناقب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مناقب حذیفہ ابن الیمان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۲

"[25] میں تاویل گھڑدی کہ رسالت کی وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کون سانص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کافرنے" افضیلت اُن پر ختم ہوگئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں۔[26] نانوتوی نے گھڑدی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض،اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں۔[27] کہ یوں ہی کوئی مشرک لا الٰہ الا اللہ میں تاویل کرسکتا ہے کہ اعلٰی میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث شریف میں ہے:

لافتٰی الّا علی لاسیف الا ذوالفقار۔[28]	نہیں ہے کوئی جوان مگر علی (کرم اللہ وجہہ الکریم اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار۔ت)

دوسری حدیث:

لاوجع الاوجع العین ولاھم الاھم الدّین۔[29]	درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔

ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

مجی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سُنّی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریاتِ دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں،انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے انہوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اس کے معانی سیکھے اُن کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔ محبا! صحابہ اور خصوصًا حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے

[25] القرآن الکریم ۱۲/۶۴

[26] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا ص ۴

[27] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا ص ۲۵

[28] الاسرار المرفوعۃ حدیث ۱۰۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۶۵

[29] الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف لا حدیث ۴۴۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۸۷

صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم انہوں نے سمجھے غلط ہیں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں۔ میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ "فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝" ۔[30] (تو اللہ تعالٰی سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ت)

میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔ اب قدرے **تفصیل** بھی عرض کروں۔

(۱) زوال کے اصلی معنٰی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے:

الزوال الذهاب والاستحالة۔[31]	زوال کا معنٰی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ت)

اُسی میں ہے۔

کل ماتحول فقد حال واستحال۔[32]	ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بے شک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کیطرف منتقل ہوا۔ (ت)

ایک نسخہ میں ہے۔ **کل ماتحرك اوتغیر**۔[33] (ہر وہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا۔ت) یوں ہی عُباب میں ہے: **تحول او تحرک**۔[34] (بدلا یا حرکت کی۔ت) تاج العروس میں ہے:

ازال اللہ تعالٰی زواله ای اذهب اللہ حرکته وزال زواله ای ذهبت	(ازال اللہ) اللہ تعالٰی نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا۔ اور

---

[30] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴

[31] القاموس المحیط فصل الزاء باب اللام تحت لفظ الزوال مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۴۰۲

[32] القاموس المحیط فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ الحول مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۳۷۴

[33] تاج العروس فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ الحول دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۹۴

[34] تاج العروس بحوالہ العباب فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ الحول دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۹۴

حرکتہ۔[35]	اس کا زوال زائل ہوا، یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔(ت)

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

فی حدیث جندب الجھنی "واللہ لقد خالطہ سھمی ولو کان زائلۃ لتحرک" الزائلۃ کل شیئ من الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر،وکان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لایتحرك لئلا یحس بہ فیجھز علیہ۔[36]	جُندب جُہنی کی حدیث میں ہے بخدا میرا تیر اس میں پیوست ہوگیا، اگر اس میں حرکت کی طاقت ہوتی تو وہ حرکت کرتا زائلہ اس حیوان کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک نہ کردیا جائے۔ت)

(ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکتِ زمین وحرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) "زوال" جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا ہے۔ اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ ودر نثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

الزویل الانزعاج بحیث لایستقر علی المکان وھو والزوال بمعنی[37]۔	زویل کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنٰی ایک ہی ہے۔ت)

قاموس میں ہے:

زعجہ واقلقہ وقلعہ من مکانہ کازعجہ فانزعج۔[38]	اس کو بے قرار ومضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا، جیسے اس کو بے قرار کیا، تو وہ بے قرار ہوگیا۔(ت)

---

[35] تاج العروس فصل الزاء من باب اللام دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۶۲

[36] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ زوال مکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۲/ ۳۱۹

[37] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ زوال مکتبہ الاسلامیہ بیروت ۲/ ۳۲۰

[38] القاموس المحیط فصل الراء والزاء باب الجیم تحت لفظ زعجہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۹۸

لسان میں ہے:

الازعاج نقیض الاقرار۔[39]	ازعاج (بے قرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے کی ضد ہے۔(ت)

تاج میں ہے:

قلق الشیئ قلقاً وھو ان لایستقر فی مکان واحد۔[40]	قلق الشیئ قلقاً کا معنی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔ت)

مفردات امام راغب میں ہے:

قرنی مکانہ یقرقراراً ثبت ثبوتاً جامداً واصلہ من القروھو البرد وھو یقتضی السکون والحریقتضی الحرکۃ[41]۔	قرنی مکانہ یقرقراراً کا معنی یہ ہے کہ شیئ اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر سے جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جب کہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے۔(ت)

قاموس میں ہے:

قربالمکان ثبت وسکن کاستقر۔[42]	قربالمکان کا معنٰی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنٰی بھی یہی ہے۔ت

دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق مقابل قرار اور سکون ہو تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہی، لاجرم اُن کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے:

زائلہ جنبیدہ وروندہ وآئندہ۔[43]	زائلہ کا معنی جنبش کرنے والا، جانے والا اور آنے والا ہے۔(ت)

[39] لسان العرب تحت لفظ زعج دار صادر بیروت ۲/ ۲۸۸

[40] تاج العروس فصل القاف تحت لفظ القلق دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۸

[41] المفردات فی غرائب القرآن القاف مع الراء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۴۰۶

[42] القاموس المحیط فصل القاف باب الراء مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

[43] صراح فصل الزاء باب اللام نولکشور لکھنؤ ص ۳۴۳

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ دروندہ بھی بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اُس کے زوال کو باطل فرماتا ہے،لاجرم اس سے ہر نوعِ حرکت زائل۔

(۲) کریمہ "وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ۝" [44] ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگرچہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ یہ قطعًا ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

(ا) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلًا جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی۔ [45]	پہاڑ کے ثبوت و قرار کو کند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔(ت)

قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا، راسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعًا زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دُنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور زال الجبل نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارتِ جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اُس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارتِ جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیت "وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ۝" کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے:

وھو معنی قولہ تعالٰی "وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ۝"۔ [46]	اور یہی معنی ہے اللہ تعالٰی کے اس قول کا اور پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے(ت)

یہ مضمون ابو عبید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا نیز جویبر ضحاک سے راوی ہوئے کقولہ تعالٰی "وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ۝"۔ [47] (جیسا کہ اللہ تعالٰی کا قول

---

[44] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۶

[45] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیۃ الشہاب تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ دار صادر بیروت ۵/ ۲۷۷

[46] معالم التنزیل(تفسیر بغوی)تحت آیۃ ۱۹/ ۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۲

[47] جامع البیان عن الضحاک(تفسیر ابن جریر)تحت آیۃ ۱۴/ ۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۹۰

اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھ کر۔ت) اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اُس جنگل سے بھی اُسے نہ نکال دے گا جس میں تھانہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا تو اُسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسٰی علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم سے فرمایا:

"لَنۡ تَرٰىنِىۡ وَلٰـكِنِ انْظُرۡ اِلَى الۡجَـبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِىۡ ۚ"[48]	تم ہر گز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے۔

پھر فرمایا:

"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰى صَعِقًا ۚ"[49]	جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسٰی غش کھا کر گرے۔

کیا ٹکڑے ہو کر دُنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اُس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہر گز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں نہ جما رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدمِ استقرار کو کافی ہے۔ اور اوپر گزرا کہ عدمِ استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سر کے، تو بے شک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ و الشدۃ معد الازالۃ الجبال عن مقارھا۔[50]	اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ (ت)

نیشاپوری میں ہے: ازالۃ الجبال عن اماکنھا۔[51] (پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانا۔ت)

[48] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[49] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[50] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیت ۱۴/ ۴۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸

[51] غرائب القرآن ورغائب الفرقان تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۱۳/ ۱۴۲

خازن میں ہے: **تزول عن اماکنھا۔**[52] (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں۔ت) کشاف میں ہے۔ **تنقلع عن اماکنھا۔**[53] (پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ جائیں۔ت) مدارک میں ہے: **تنقطع عن اماکنھا۔**[54] (پہاڑ اپنی جگہوں سے جُدا ہو جائیں۔ت) اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا، یہاں بھی مکان و مقر سے قطعًا وہی قرار ہے جو کریمہ " فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ "[55]۔ میں تھا ز ارشاد کا ارشاد مقارھا جاہا ئے قرار اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابلِ لحاظ ہے کہ اُکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی اُستاذ امام سُدّی کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وان کان مکرھم لتزول منه الجبال قال تحرکت۔[56]	اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ حرکت کریں۔(ت)

اُنہوں نے صاف تصریح کردی کہ زوالِ جبال اُن کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔اسی کی زمین سے نفی ہے۔**وللّٰہ الحمد۔**

(۳) اُوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار و ثبات ہے اور قرار و ثبات حقیقی سکون مطلق ہے در بارہ قرار عبارت، امام راغب گزری، اور قاموس میں ہے:

المثبت کمکرم من لاحراك به من المرض وبکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکة۔[57]	مثبت بروزن مکرم وہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو، اور اگر مثبت یعنی باء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحبِ فراش ہوگیا۔اور داء کا معنی ثُبات ہوا، ثاء پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کردینے والا مرض(ت)

---

[52] لباب التاویل فی معانی التنزیل(تفسیر خازن)تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۳

[53] الکشاف تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/ ۵۶۶

[54] مدارک التنزیل(تفسیر نسفی) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

[55] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[56] تفسیر القرآن العظیم(ابن ابی حاتم)تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتبہ نزار مصطفی الباز ۷/ ۲۲۵۲

[57] القاموس المحیط فصل التاء والثاء باب التاء مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۰

مگر توسّعاً قرار و ثبات ایک حالت پر بقاء کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اُسی حالت سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لیے حقیقۃً وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبنے سرکنے سے بدل گئی، لہٰذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان وجائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لیے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اُسے قار وثابت وساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل وحائل ومتحرک، پھر اسی توسّع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں۔ قال تعالٰی:

"وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝" [58]	اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (ت)

اور اس سے جب تک جُدائی نہ ہو اُسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو ولہٰذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون وحرکت متبائن مگر یہ معنٰی مجازی ہیں، لہٰذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محلِ نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی وتوسّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک اُن سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من زوال اسی معنٰی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہوسکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں "إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝" [59]۔ (وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ ت) مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

"وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ" [60]	اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش کی کہ اللہ تعالٰی مردے نہ اٹھائے گا۔ (ت)

[58] القرآن الکریم ۲/ ۳۶

[59] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷

[60] القرآن الکریم ۱۶/ ۳۸

لاجرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہے، نہ یہ کہ دُنیا میں اُن کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعًا حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سُن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اُس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال معنی مجازی کے لیے قرینہ درکار ہوتا ہے۔ یہاں قرینہ اُن کے یہی اقوال بعینہٖ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روزِ قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے:

"وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِـعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ" [61]	اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب اُن پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں۔ (ت)

لیکن کریمہ "اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا" [62] ۔ (بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں۔ت) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا بلکہ قطعًا زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا۔ یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اُس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلاقرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلاقرینہ نہیں بلکہ خلافِ قرینہ، یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریفِ معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے یمسک فرمایا ہے اور امساک روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ ولہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسک اور مساک کہتے ہیں انہار وابحار کو نہیں کہتے حالانکہ اُن میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلانے اُس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے:

امسکه حبسه المسك محركة الموضع يمسك الماء كالمساك كسحاب۔ [63]	امسکہ کا معنٰی ہے اس کو روکا۔ المسک (س پر حرکت کے ساتھ) اُس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے، جیسے مساک بروزن سحاب (ت)

[61] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۴

[62] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[63] القاموس المحیط فصل المیم باب الکاف مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۲۹

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالٰی نے امکان دیا ہے اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہیے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جُدا ہونا سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو وبکر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔

تزولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علمِ اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے **وللہ الحمد**۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا۔ زائل ہوجانا قطعاً مطلقاً زوال ہے۔ زائل ہوجانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے۔ مکانِ خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اوّل کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی تو یونہی فرمایا، زمین کا زوال اس کے اماکن سے۔ پھر فرمایا جن اماکن میں اللہ تعالٰی نے اُس کو امساک کیا ہے۔ اس سے باہر سِرک نہیں سکتی۔ پھر فرمایا اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کردیا مگر رب عزوجل نے تو اُن میں سے کوئی قید نہ لگائی۔ مطلق **یمسك** فرمایا ہے اور مطلق **ان تزولا**۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے کہ سرکنے نہ پائے یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لیے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے۔ تو اُس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصّص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتبِ عقائد میں مصرح ہے۔ کہ **النصوص تحمل علی ظواھر ھا**[64] (نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہیں۔ ت) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطورِ خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں۔ مطلق کو مقید عام کو مخصص کریں۔ "**مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ**"[65]۔ (تمہارے لیے زوال نہیں ت) کی تخصیص واضح سے ان **تزولا**

[64] شرح عقائد نسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[65] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۴

کو بھی مخصص کرلینااس کی نظیر یہی ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ "[66]۔(بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ت) کی تخصیص دیکھ کر "اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ "[67](بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ت) کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں یوں ہی معاملہ صاف ہوگیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذاللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالٰی نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہوجائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، **فانتظر** (چنانچہ انتظار کر۔ت)

(۶) لاجرم وہ جنہوں نے خود صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیہ کریمہ کو ہر گونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبدالرحمن ثنا سفٰین عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال من این جئت ؟ قال من الشام، فقال من لقیت؟ قال لقیت کعبًا۔ فقال ما حدثك کعب؟ قال حدثنی ان السمٰوٰت تدور علی منکب ملك قال فصدقتہ او کذبتہ؟	ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابووائل حدیث بیان کی، ابووائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے فرمایا کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی، یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں، فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟

[66] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[67] القرآن الکریم ۸/ ۷۵

قال ما صدقته ولا کذبته، قال لوددت انك افتدیت من رحلتك الیه براحلتك ورحلها و کذب کعب ان اللہ یقول " اِنَّ اللّٰهَ یُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ "[68]، زاد غیر ابن جریر و کفٰی بھا زوالًا ان تدورا۔[69]	عرض کی، کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کاش تم اپنا اُونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے، ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصولِ حنفیہ بر جال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهیم قال ذهب جُندب البجلی الٰی کعب الاحبار فقدم علیه ثمّ رجع، فقال له عبداللہ حدثنا ما حدثک، فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحا و القطب عمود علٰی منکب ملک، قال عبداللہ لوددت انّك افتدیت رحلتك بمثل راحلتک، ثم قال ماتنتکت الیهودیة فی قلب عبد فکادت	ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جُندب بُجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کیا: یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھوٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے۔ اللہ

[68] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیة ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/ ۱۷۰

[69] الدر المنثور (تفسیر ابن جریر) تحت آیة ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲

تفارقہ ثم قال" اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ "۔ کفٰی بھا زوالا ان تدورا۔[70]	تو فرما رہا ہے بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگردِ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان کعبًا کان یقول ان السماء تدور علٰی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کذب کعب " اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ "۔[71]	کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی۔ اس پر حذیفہ الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کعب نے جھوٹ کہا۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالٰی نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا۔ مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالٰی نے مطلقًا زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انہوں نے روا نہ رکھا کہ کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں لاجرم اس پر رَد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں خلافتِ فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کُتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہلِ کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انہیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کَذَب کعب کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصدًا جھوٹ کہا۔ کذب بمعنی اخطا محاورہ حجاز ہے اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ اُن کے دل میں علمِ یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح

[70] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/ ۱۷۱ و ۱۷۰

[71] الدر المنثور (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵ /۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲

اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مسجّل ہوگیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں، مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا **وللہ الحمد**۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپر نیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جِلایا) نصارٰی بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی۔ دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا ردّ فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیتہ کریمہ سے اُس کی تکذیب کرتے اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا، صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے، یا صرف آسمان کا، آیت پڑھیے صراحتاً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے۔ جب حسب ارشادِ صحابہ آیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لیے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی، ایک شخص کہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لیے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے۔ آیہ کریمہ میں ہے:

"اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَعَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝۴" [72]	میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔

[72] القرآن الکریم ۱۲/ ۴

اس کے بعد ایک دوسرا اُٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جایئے عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا: خاموشی فرمائی اسے کیا کہا جائے گا،اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نصِ قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں،اور یہ معاذ اللہ خُسرانِ مبین ہے جس سے اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔آمین۔

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سُنا،اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(ا) حدیثوں میں کتنی جگہ **زالت الشمس** (سورج ڈھل گیا۔ت) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے:

"اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ"۔[73]	نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔(ت)

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لدلوک الشّمس کی تفسیر میں فرمایا: **لزوال الشمس**۔[74] ابن جریر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبرئیل لدلوك الشمس حین زالت فصلی بی الظهر۔[75]	میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔

نیز ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الظهر اذازالت الشمس،ثم تلا اقم الصلوۃ لدلوك الشمس[76]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔(ت)

نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے: **دلوکھا زوالها**[77] (سورج کے دلوک کا معنی

---

[73] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸

[74] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور(بحوالہ ابن مردویہ)تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[75] جامع البیان(تفسیر ابن جریر)تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۵۸

[76] جامع البیان(تفسیر ابن جریر)تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۵۸

[77] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابن جریر تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۱

اس کا زوال ہے۔ت)

بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔**دلوك الشمس زوالها۔**[78] (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے۔ت) عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

دلوك الشمس اذا زالت عن بطن السماء۔[79]	سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے(ت)

مجمع بحارالانوار میں ہے:

زاغت الشمس مالت وزالت علی اعلٰی درجات ارتفاعها۔[80]	**زاغت الشمس** کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلٰی درجے سے ڈھل گیا(ت)

فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا۔یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی،اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے،تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا۔وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا اناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں۔کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لیے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے کہا تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں،کہا **لان الماء یقر فیها** اس لیے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے افق شرقی وغربی ودائرہ نصف النہار،ان سے سرکنے کا نام طلوع وغروب رکھا کہ یہی انسب ووجہِ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے کریمہ **والشمس تجری لمستقر لها** میں

---

[78] الدرالمنثور بحوالہ البزار وابی الشیخ وابن مردویہ تحت آیت ۱۷/ ۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[79] المنصف لعبدالرزاق حدیث ۲۰۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۳۸

[80] مجمع بحار الانوار باب الزاء مع الیاء مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۲/ ۴۵۶

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت ہے **لا مستقرلھا** یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے،جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا،غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اُس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعًا واجب کہ زمین اصلًا متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ وزبان جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں۔یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وہ حصّہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا رات ہوئی۔جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا۔حالانکہ زمین یعنی اُس حصہ ارض نے جانبِ شمس رُخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہوگیا جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا،یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب ومکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین،بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔اور اگر اُن سے کہیے کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے: نہیں بلکہ زمین،حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔تو آپ کی تاویل موافقین ومخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام،آپ تو بفضلہٖ تعالٰی مسلمان ہیں،ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں،کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے،زوال ہونے کو ہے،زوال ہوگیا۔کاہے سے زوال ہوا،دائرہ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکت محوری سے ہوا۔حالانکہ اللہ تعالٰی عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں،اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے،زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا،انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم **وباللہ التوفیق**۔

(د) یہاں سے بحمدہٖ تعالٰی حضرت معلّم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اُس ارشاد کی خوب

توضیح ہو گئی کہ صرف حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمدللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت ۱: "اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ"[81]۔ **آیت ۲:** "وَلَئِنۡ زَالَتَآ"[82]۔ **آیت ۳:** "لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ"[83]۔ **آیت ۴:** "فَلَمَّآ اَفَلَتۡ"[84]۔	
آیت ۵: "وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ ﴿۳۹﴾ "[85]۔	اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔ سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ت)
آیت ۶: "وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِہَا"[86]۔	اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔ سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے (ت)
آیت ۷: "حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَہَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہَا سِتۡرًا ﴿۹۰﴾ "[87]۔	یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اُسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی (ت)
اور ان سب سے زائد **آیت ۸:** "وَتَرَی الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ کَہۡفِہِمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُہُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَہُمۡ فِیۡ فَجۡوَۃٍ مِّنۡہُ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ "[88]۔	توآفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں، یہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔ (ت)

---

[81] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[82] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[83] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸

[84] القرآن الکریم ۶/ ۷۸

[85] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۹

[86] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳۰

[87] القرآن الکریم ۱۸/ ۹۰

[88] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۷

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصوصًا حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ:

قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ لابی ذرحین غربت الشمس اتدری این تذھب قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن لھا ویو شك ان تسجد فلا یقبل منھا وتستأذن فلا یؤذن لھا یقال لھا ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا فذلك قولہ تعالٰی و الشمس تجری لمستقر لھا ذٰلك تقدیر العزیز العلیم۔[89]	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا جب کہ سورج غروب ہوچکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے، وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جہاں سے آیا ہے۔ پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی معنی ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کا اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ (ت)

یونہی ہزارہا آثارِ صحابہ عظام وتابعین کرام واجماعِ امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے آفتاب کو وسطِ سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب وزوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم واحادیث متواترہ واجماعِ امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین، لیکن اگر زمین حرکتِ محور کرتی تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے۔ پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے۔ نہ ہوگی مگریوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے تو قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ ارض دائرہ ہے، لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے،

[89] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴

تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیاتِ متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں **وللہ الحمد**، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لیے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لیے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب اور طلوع حقیقۃً کسی کے لیے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے: **لکل حد مطلع**[90]۔ (ہر حد کے لیے چڑھنے کی جگہ ہے۔ت)

نہایہ و درنثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے: **ای مصعد یصعد الیہ من عرفۃ علمیہ**[91]۔ یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے۔(ت)

نیز ثلاثیۃ اصول تاج العروس میں ہے: **مطلع الجبل مصعدہ**[92] (پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے۔ت)

حدیث میں ہے: **طلع المنبر**۔[93] (منبر پر چڑھا۔ت)

مجمع البحار میں ہے: **ای علاہ**[94] (یعنی اس کے اوپر چڑھا ت)

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت میں محسوس نہیں ہوتی۔ انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، ڈھلتا ہے لہٰذا طلوع وزوال الشّمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے۔ مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع وزوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے۔

---

[90] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع دار الفکر بیروت ۴/ ۵۲۷

[91] القاموس المحیط باب العین فصل الطاء مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۶۱

[92] تاج العروس شرح القاموس باب العین فصل الطاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۲

[93] مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/ ۴۵۹

[94] مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/ ۴۵۹

والعیاذ باللہ تعالٰی، لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکونِ زمین پر ایمان لائے واللہ الھادی۔

(١٠) سورۂ طٰہٰ وسورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے:

"الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَھۡدًا"[95]۔	وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا۔ (ت)

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مھدًا پڑھا، باقی تمام ائمہ قراءت نے مھدًا بزیادتِ الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا۔ جیسے فرش وفراش یونہی مھد ومھاد۔

(ا) پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی تفسیر فرمادی کہ مھد سے مراد فرش ہے مدارک شریف سورہ طہ میں ہے:

(مھدا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط و یفرش۔[96]	(مھدًا) یہ کوفیوں کی قراءۃ ہے ان کے غیر مھادًا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنی ہے وہ شے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی کی سورہ زخرف میں ہے:

(مھدا) کوفی وغیرہ مھادًا ای موضوع قرار۔[97]	(مھدًا) کوفی قراءۃ ہے اور ان کے غیر کی قراءۃ مِھادًا ہے یعنی قرار کی جگہ (ت)

معالم شریف میں ہے:

قرأ اھل الکوفۃ مھدًا ھٰھنا وفی الزخرف فیکون مصدرًا ای فرشًا وقرا الاخرون مھادا کقولہ تعالٰی الم نجعل الارض مھادا ای فراشا وھو اسم مایفرش کالبساط۔[98]	اہل کوفہ نے یہاں سورہ زخرف میں مھدا پڑھا ہے اور دوسروں نے مھادا پڑھا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول "کیا ہم نے زمین کو مھاد نہیں بنایا یعنی فراش، وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا (ت)

[95] القرآن الکریم ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰

[96] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت آیۃ ۲۰/ ۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۵۵

[97] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت آیۃ ۲۰/ ۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۱۴

[98] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۲۰/ ۵۳ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۸۶

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مھدا) فراشا[99] (یعنی بچھونا۔ت) نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے:

"اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾"[100]	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔(ت)

فرماتا ہے:

"وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾"[101]	اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (ت)

فرماتا ہے:

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾"[102]	اور اللہ تعالٰی نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔(ت)

فرماتا ہے:

"الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا"[103]	جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔(ت)

اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے، جلالین سورہ زخرف میں ہے: **مھادًا فراشًا کالمھد للصبی**۔[104] **(مھادًا)** بچھونا جیسے بچوں کے لیے گہوارہ (ت)

لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مھدًا کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے، نہ کہ ہلانا، تو وجہِ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ

[99] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس تحت آیۃ ۲۰/ ۵۳ و ۴۳/ ۱۰ مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵ و ۳۰۴

[100] القرآن الکریم ۷۸/ ۶

[101] القرآن الکریم ۵۱/ ۴۸

[102] القرآن الکریم ۷۱/ ۱۹

[103] القرآن الکریم ۲/ ۲۲

[104] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۴۳/ ۱۰ مطبع مجتبائی دہلی نصف دوم ص ۴۰۴

چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے:

کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفة ساکنة ولما کان المھد موضع الراحة للصبی جعل الارض مھدا لکثرة مافیھا من الراحات[105]۔	زمین کا گہوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گہوارہ بچے کے لیے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس لیے گہوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔(ت)

خازن میں ہے:

(جعل لکم الارض مھدا) معناہ واقفة ساکنة یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع الراحة للصبی فلذلك سمی الارض مھادا لکثرة ما فیھا من الراحة للخلق،[106]	(تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا) اس کا معنی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پرسکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے۔ جب کہ گہوارہ بچے کے لیے راحت کی جگہ ہے تو اسی لیے زمین کا نام گہوارہ رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں مخلوق کے لیے کثیر راحتیں موجود ہیں۔(ت)

خطیب شربینی پھر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ کریمہ زخرف ہے:

ای لوشاء لجعلھا متحرکة فلا یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا انما حصل لکونھا مسطحة قارة ساکنة[107]	یعنی اگر اللہ تعالٰی چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس سے اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔(ت)

اس ارشادِ علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع ہوتا۔ کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شُبہ لگے کہ اس کی حرکت محسوس نہیں۔ تو اُن سے کہیے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ فوز مبین دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلّماتِ عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی

[105] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیة ۱۰/۴۳ المطبعة البھیة المصریة مصر ۲/ ۱۹۶

[106] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت آیة ۱۰/۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۰۶

[107] الفتوحات الالھیہ (جمل) تحت آیة ۱۰/۴۳ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۷۷

حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا۔ زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رَد ہوں اُن کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیرا تا ہے۔

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں سب پا در ہوا ہیں۔ زندگی بالخیر ہے تو آپ اِن شاء اللہ تعالٰی ان سب کا رَدِّ بلیغ فقیر کی کتاب فوز مبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرز استدلال اصلاً نہیں آتا انہیں اثباتِ دعوی کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنامِ دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں۔ منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لیے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہٖ تعالٰی آپ جیسے دیندار وسنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی واجماعِ امتِ گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رَد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث واجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شانِ اسلام۔

محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کرکے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالٰی دشوار نہیں آپ اُسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ۔[108]

(رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔ت)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولٰی عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظرِ تحقیر و مخالفت دیکھئے، اس وقت ان شاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرتِ اسلام کے لیے تیار ہو جائیں گے ع

---

[108] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۸۸

ولکن عین السخط تبدی المساویا[109]

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے۔ت)

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:۔

دشمن راہِ خدارا خوار دار دُزد را منبر منہ بر دار دار[110]

(اللہ تعالٰی کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لیے منبر مت بچھا بلکہ اس کو سُولی پر رکھ۔ت)

رب کریم بجاہ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہلِ سنت خادمانِ ملت کو نصرتِ دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے۔آمین

الٰہ الحق اٰمین واعف عنّا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰینا فانصرنا علی القوم الکفرین ٥والحمد للہ رب العلمین ٥وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ٥اٰمین واللہ تعالٰی اعلم	اے معبودِ برحق ! ہماری دُعا قبول فرما،اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔تو ہمارا مولٰی ہے۔تُو کافروں پر ہمیں مدد دے۔اور تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لیے ہیں۔اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی اور آپ کی آل،اصحاب،اولاد اور تمام اُمّت پر۔آمین اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

رسالہ

نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان

ختم ہوا

---

[109] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ۳۶۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۸۸

[110] مثنوی معنوی رجوع بحکایت زاہد باغلام امیر دفتر پنجم موسسۃ انتشارات اسلام لاہور ص ۳۵۱